بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

ملک کا شدید بحران
کراچی کی اندوہناک صورتحال

اس وقت ملک جس شدید بحران سے گزر رہا ہے اور کراچی میں جو اندوہناک صورتحال پیدا ہوئی ہے یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں جو اچانک ملک میں رونما ہوگیا ہے بلکہ یہ فطری نتیجہ ہے ان غیر اسلامی رجحانات اور قوتوں کا جو اس ملک میں عرصہ دراز سے کام کر رہی ہیں یہ وقت اب کسی کو کوسنے اور ایک دوسرے پر الزام لگانے کا نہیں بلکہ اس امر کا جائزہ لینے کا ہے کہ کون سے اسباب اور کوتاہیاں اور پس منظر میں محرکات ہیں جن کی وجہ سے ملک اس مصیبت میں گرفتار ہوا ہے، خدا کرے حکمران، سیاستدان، پی پی پی، ایم کیو ایم اور حزب اختلاف کے رہنما اپنی یہ تدبیریاں ہٹ دھرمیاں یکلخت ترک کر دیں اور پس منظر کو سمجھ کر پیش منظر کو سنوارنے پر ٹھنڈے دل سے غور کر سکیں ۔

کراچی کے حالات آئے دن اندوہناک ہوتے چلے جا رہے ہیں، حکومت اور ایم کیو ایم مذاکرات اور مسلسل بے اعتمادی اور حالات کا مزید بگاڑ اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم سنجیدگی سے ان اسباب و علل پر غور کریں جنہوں نے یہ حالات پیدا کیے ۔ اور پھر ایسی تدابیر اختیار کریں جن سے اس سرزمین میں انتشار کا بالکل خاتمہ ہو اور دوبارہ قوم کو اس بحران سے کبھی دوچار نہ ہونا پڑے ۔

سب سے پہلے سوچنے کی بات یہ ہے کہ اولاً مشرقی پاکستان میں اور اب خود بقیہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں علیحدگی پسندی کے یہ تباہ کن رجحانات آناً فاناً تو پیدا نہیں ہو گئے ۔ یہ انتشار پسند قوتوں کی طویل کوششوں کے بالکل فطری نتائج ہیں ۔ ہمیں سب سے پہلے اُن قوتوں کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔ یہ قوتیں خارجی بھی ہیں اور داخلی بھی اور ان کی پاکستان دشمنی کے متعدد وجوہ ہیں ۔ جہاں تک خارجی قوتوں کا تعلق ہے اُن کے پیش نظر صرف ایک ہی بات ہے کہ دنیا سے اسلام کا نام لینے والوں کو یا تو بالکل مٹا دیا جائے یا انہیں اتنا کمزور بنا دیا جائے کہ وہ کبھی مغربی قوموں کے لیے کسی خطرہ کا باعث نہ بن سکیں ۔ مسلمانوں کے خلاف اس معاندانہ طرزِ فکر کے کچھ تاریخی، کچھ سیاسی اور معاشی اسباب ہیں ۔ تاریخی اسباب میں سب سے نمایاں سبب محاربات صلیبی ہیں ۔ دنیا کی عیسائی

تو ہیں خواہ عملی زندگی میں وہ مسیحیت سے کتنی ہی دور رہوں مگر اُن کے دِل و دماغ میں اسلام دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ اسلام کو آج بھی دنیا کا سب سے بڑا خطرہ سمجھتی ہیں اس لیے وہ اُسے ہر قیمت پر مٹانا چاہتی ہیں۔ مشرقِ اوسط کو برباد کرنے کے لیے انہوں نے یہودیوں کو فلسطین میں آباد کیا اور پھر انہیں اتنی قوت فراہم کی کہ وہ آس پاس کے مسلم ممالک کو تباہ کر سکیں۔ اس نیم براعظم میں یہ قوتیں اپنے اس مذموم مقصد کی تکمیل کے لیے بھارت کو آلۂ کار بنا رہی ہیں۔ ان کے نزدیک پاکستان کے پیچھے ایسے محرکات موجود ہیں جو کبھی بھی اس ملک کو احیائے اسلام کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔ اس ملک میں مسلمانوں کی عظیم اکثریت، اس کے مختلف خطوں کے درمیان اتحاد کے لیے رشتۂ اسلامی کی اہمیت۔ اردو زبان اور اس کی مذہبی اساس، ملک کے تاریخی پس منظر میں دینی جذبات کا غلبہ، دینِ حق کی سربلندی کے لیے طویل اور مسلسل جدوجہد، الغرض اس ملک کی جڑیں اور اس کی فضا میں ایسے بے شمار عناصر و عوامل موجود ہیں جو کبھی تو مؤثر قوت بن کر اس ملک کو اللہ کے دین کا حصار بنانے میں مدد ہو سکتے ہیں۔ اس بنا پر اسلام دشمن طاقتیں اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہوئی ہیں کہ کسی طرح اس کا قلع قمع کر دیا جائے یہودیوں کے توسیع پسند عزائم کو دیکھتے ہوئے صاف نظر آ رہا ہے کہ وہ ایک طرف تو حجاز کی طرف بڑھنے کا عزم رکھتے اور دوسری طرف پاکستان کی طرف حریصانہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ عرب ممالک کے ساتھ ان کا جو معاملہ ہوا ہے اُس میں انہوں نے یہ محسوس کیا ہے کہ پاکستان میں دینی حمیت کی چنگاری شعلہ جوالہ بن سکتی ہے، اس بنا پر اُن کے دل میں پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں نفرت و کینہ کی جو آگ پہلے سے سلگ رہی تھی وہ اب شعلہ بن کر بھڑک اٹھی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ دنیائے اسلام کے انہدام کے لیے یہ ضروری ہے کہ پہلے پاکستان کے وجود کو ختم کیا جائے۔

امریکہ، روس، اسرائیل اور برطانیہ کی پاکستان دشمنی کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان ممالک کے انتظام و انصرام اور ان کی داخلی اور خارجی پالیسیوں کی تشکیل میں یہودیوں کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ یہ لوگ اگرچہ تعداد میں عیسائیوں کے مقابلہ میں کم ہیں مگر صدیوں کی غلامی کی وجہ سے چونکہ ان کے ذہن غیر معمولی طور پر سازشی ہیں اور ان کے ہاں دولت کی ریل پیل ہے اس لیے ان تمام ممالک میں یہ ایک فیصلہ کن قوت کی حیثیت سے چھائے ہوئے ہیں اور انہیں جس راہ پر چاہتے ہیں لگا لیتے ہیں۔

امریکہ، روس، اسرائیل اور برطانیہ کی اس یہود نواز پالیسی کے علاوہ خود ان ممالک کے بسنے والوں کا سوچ کا انداز بھی ایسا ہے جس سے دنیائے اسلام کو کسی خیر اور بھلائی کی توقع نہیں ہو سکتی۔ یہ ممالک ایک خاص تہذیب و تمدن کے علمبردار ہیں جو آہستہ آہستہ دم توڑ رہی ہے۔ معاشی اور سیاسی ڈھانچوں میں وقتاً فوقتاً

تبدیلی کرکے بہ اُس کے انحطاط کو کچھ دیر کے لیے روکنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں مگر جس اساس پر یہ تہذیب قائم ہے وہ جلد ہی منہدم ہونے والی ہے۔ اس تہذیب کی تہ میں بعض ایسی خامیاں اور کمزوریاں موجود ہیں جو انسانیت کے لیے سخت مہلک ہیں اور اس کے مسائل کو حل کرنے کے بجائے ان میں مزید الجھنیں پیدا کرتی چلی جاتی ہیں۔ یہ تہذیب اخلاق اور روحانیت کے اس لطیف اور شیریں عنصر سے یکسر محروم ہے جس سے انسان صحیح معنوں میں انسان بنتا اور انسانیت جس کے ذریعے سے حقیقی فوز و فلاح سے ہمکنار ہوتی ہے۔ مغرب کے مفکرین اس حقیقت کو پوری طرح جانتے ہیں۔ پھر اس تہذیب کے نتیجے میں وہاں جو برائیاں پیدا ہوئی ہیں اور ان کے ازالے کے لیے مؤثر تدابیر اختیار کرنے کے باوجود جن پیہم ناکامیوں کا اہلِ مغرب کو سامنا کرنا پڑا ہے، انہیں دیکھتے ہوئے وہاں کے اصحابِ فکر کو اس بات کا یقین ہے کہ اب وہ زیادہ دیر تک دنیا کی غالب قوت بن کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ عوام کو اس مایوسی سے بچانے کے لیے وہ ہمیشہ مختلف تدابیر اختیار کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً ایسے نمائشی کام جو اگرچہ انسانیت کے لیے کسی طرح بھی سود مند نہ ہوں مگر جن سے ان کی قوت و بالادستی کا اظہار ہوتا ہو۔ دوسرے مشرق کی ایسی ساری قوتوں اور تحریکات کو دبانے کی مسلسل کوششیں جو ان کے تہذیبی ڈھانچے کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جب اہلِ مغرب اس نقطۂ نظر سے مختلف تمدنوں اور مختلف نظامہائے حیات کا جائزہ لیتے ہیں، تو وہ سب سے زیادہ خطرناک اسلامی تہذیب اور مسلم قوم کو پاتے ہیں۔ اس لیے انہیں ہمیشہ یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ کسی طرح یہ تہذیب اور یہ قوم ابھرنے نہ پائے۔ مسلم قوم کے مقابلے میں دوسری اقوام اور اسلامی نظامِ حیات کے مقابلے میں دوسرے نظام ہائے حیات اُن کیلئے کسی زیادہ تشویش کا باعث نہیں۔ اس لیے وہ ان ساری قوتوں کی ہر طرح سے اعانت کرتے ہیں جن سے مسلمان اسلام سے دُور رہیں اور ان کی ملّت کا شیرازہ منتشر ہو۔

مسلم کش پالیسی کے خارجی اسباب میں تیسری وجہ معاشی ہے۔ مسلم ممالک مغرب کی استعمار پسند قوتوں کے لیے بہترین شکارگاہیں رہی ہیں اس لیے ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہے کہ کسی طرح ان شکارگاہوں پر ان کا مستقل قبضہ رہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد بہت سے مسلم ممالک کی آزادی سے استعماری طاقتوں کے معاشی مفادات کو کافی نقصان پہنچا ہے اور وہ یہ محسوس کرتے لگی ہیں کہ اب ان شکارگاہوں سے وہ حسبِ منشا فائدہ نہیں اٹھا سکتیں۔ چنانچہ وہ اپنے مفادات کی حفاظت اور پاسبانی کے لیے ان پر کسی نہ کسی طرح اپنا تسلّط قائم رکھنا چاہتی ہیں۔ اور دوسری عالمگیر جنگ کی وجہ سے ان پر ان کی گرفت جو کچھ ڈھیلی پڑی ہے اسے پھر زیادہ مضبوط بنانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں۔ پاکستان پر بھارت کی طرف سے اور دوسرے ممالک کی طرف سے ہر وقت جو دباؤ ڈالا جا رہا ہے اس کے پیچھے ایک یہ جذبہ بھی کارفرما ہے کہ کسی طرح

ملک کی معیشت تباہ ہو اور یہ مغرب کی استعمار پسند قوموں کے سامنے بے بس ہو کر ہتھیار ڈال دے اور اہلِ پاکستان معاشی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے بجائے ہمیشہ بیرونی طاقتوں کے دست نگر رہیں اور کوئی ایسی معاشی پالیسی اختیار نہ کر سکیں جن سے ان کی معیشت مستحکم ہو۔

خارجی اسباب سے ہٹ کر جب ہم اس خلفشار کے داخلی اسباب پر غور کرتے ہیں تو ہمیں بعض ایسی خامیاں محسوس ہوتی ہیں جن کا یہ بحران طبعی نتیجہ ہے۔ کسی قوم کو متحد رکھنے اور اس کے اندر جوشِ عمل پیدا کرنے اور اس کی صلاحیتوں کو ترقی کی راہ پر لگانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے ہر فرد کا دل کسی ایسے بلند نصب العین کی محبت سے معمور ہو جو اسے زندگی کی حرارت عطا کرے۔ کسی غلام قوم کو آزادی سے پہلے تو بلاشبہ متاعِ آزادی کے نام پر متحرک کیا جا سکتا ہے مگر آزادی کے بعد عام طور پر جدوجہد کا جذبہ اسی وجہ سے سرد پڑ جاتا ہے کہ اس کے قائدین اس کے جوشِ عمل کو برقرار رکھنے کے لیے اس کے سامنے کوئی ایسا حیات آفرین پروگرام پیش نہیں کر سکتے جسے وہ اپنانے کے لیے اپنے اندر تڑپ بھی رکھتی ہو۔ اور جس پر عمل پیرا ہونے سے وہ اپنے اجتماعی مسائل بطریقِ احسن حل کر سکتی ہو۔ دوسری اقوام کے لیے تو یہ مسئلہ واقعی بڑا پریشان کن ہے۔ اُن کے پاس کوئی ایسا نظام نہیں ہوتا جسے وہ آزادی کے بعد فوراً اپنا سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر قومیں آزادی حاصل کر لینے کے بعد انتشار کا شکار ہو جاتی ہیں۔ مختلف گروہ اسے مختلف سمتوں میں کھینچتے ہیں اور اس طرح اس کی صلاحیتیں ضائع ہوتی رہتی ہیں مگر خوش قسمتی سے مسلمان اس پریشانی سے اگر چاہیں تو بالکل محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اُن کے پاس اسلام کی صورت میں ایک ایسا انقلاب انگیز اور جامع نظامِ حیات موجود ہے جسے وہ بڑی آسانی کے ساتھ تھوڑی سی محنت صرف کر کے اپنے ہاں کامیابی سے نافذ کر سکتے ہیں۔ پھر اس کے نفاذ میں انہیں کسی قسم کی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اس کا سبب اس نظام سے مسلمانوں کی فطری مناسبت ہے۔ اس قوم نے آزادی کے لیے وقتاً فوقتاً جو جدوجہد کی ہے اس کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ محض سیاسی آزادی کا حصول اس قوم کا کبھی بھی مطمعِ نظر نہیں ہوا۔ اس نے آزادی کو ہمیشہ ایک بڑے مقصد یعنی اسلامی نظام کے احیاء کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اس کے لیے جدوجہد کی۔ ان حالات میں تھوڑی سی کوشش سے کسی مسلم ملک کے اندر اسلام کو ایک غالب قوت بنایا جا سکتا ہے۔ جب کبھی فرد یا قوم کے دل کی پکار اس کے سامنے ایک نظامِ حیات کی صورت اختیار کرے تو اس سے زیادہ اس قوم کے لیے ذہنی اور جذباتی آسودگی اور کیا ہو سکتی ہے۔

مگر اسے خطۂ پاک کی بدقسمتی سمجھیے کہ جس نظام کی عملداری کے لیے یہ ملک حاصل کیا گیا ہے اس نظام کے خلاف اوّل روز ہی سے سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا وسیع سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ اس کام میں دن

لوگ پیش پیش ہیں، جو شومئی قسمت سے اس ملک میں پیدا ہو گئے ہیں ورنہ جنہیں اس ملک کی نظریاتی اساس اس کے تہذیبی سرمائے اور اس کی اخلاقی اور روحانی اقدار سے کوئی دور کی بھی نسبت نہیں۔ پھر اس طبقے نے اپنے فرنگی آقاؤں سے قیادت و سیادت کا جو سبق سیکھا ہے وہ قوم کی منشا کے علی الرغم جبر کے ساتھ اپنے نظریات کو ٹھونسنے کا سبق ہے۔ اس طبقے کے سوچنے کا انداز یہ ہے کہ سب سے پہلے کسی طرح حکومت پر قبضہ کر لیا جائے اور پھر حکومت کی قوت کے ذریعہ سے قوم کو اپنے دل پسند سانچوں میں ڈھالنے کیلئے جد و جہد کی جائے۔ یہ طبقہ ہی درحقیقت اس ملک کے انتشار کا اصل ذمہ دار ہے۔ اس میں اتنی ہمت اور طاقت نہیں کہ اپنے نظریات کو عوام میں مقبول بنا کر پھر عوامی تائید سے تختِ اقتدار پر متمکن ہو۔ اس لیے یہ ہمیشہ غلط طریقوں سے ملک میں مؤثر قوت بننے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ جب یہ شریکِ اقتدار ہوتا ہے تو اپنا بیشتر وقت محلاتی سازشوں میں صرف کرتا ہے تاکہ اُسے وہاں غیر معمولی اہمیت حاصل رہے اور اگر یہ عوام کے اندر آتا ہے تو اُن کے جذبات سے کھیل کر یا دھونس اور دھاندلی کے ذریعہ سے اپنی قوت کا لوہا منواتا ہے۔ پھر چونکہ اس طبقے کو ملکی نظریات کی بہ نسبت غیر ملکی نظریات سے کہیں زیادہ مناسبت ہوتی ہے اس لیے بیرونی طاقتیں اسے ہی اپنے لیے زیادہ مفید اور کار آمد خیال کرتے ہوئے ہمیشہ اس کی معاونت پر آمادہ رہتی ہیں تاکہ اسے ملک کے اندر ایک نمایاں قوت کی حیثیت سے کسی نہ کسی طرح زندہ رکھا جائے۔ ظاہر بات ہے کہ جو طبقہ کسی معاشرے کے لیے جذباتی اعتبار سے اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتا ہو۔ وہ اپنے حفظ و بقا کے لیے خارجی سہاروں کا محتاج ہوگا۔ اس طبقے کو بلند مقام پر فائز رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے منہ میں بعض پُر فریب نعرے ڈالے جائیں جن سے وہ عوام کی توجہ کا مرکز بن سکے۔ اور اسے ایسی عصبیتوں کا علمبردار بنایا جائے جن کی وجہ سے قوم کے بعض عاقبت نا اندیش لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں اور اسے قوت فراہم کریں۔ اس ملک میں جب تک اس طبقے کے زور اور اس کے طلسم کو نہیں توڑا جاتا اس وقت تک اس ملک میں خلفشار کا کبھی مستقل طور پر خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس معاشرے میں اسلامی احساسات و جذبات سے بیگانہ طبقوں کو من مانی کارروائیاں کرنے کی آزادی حاصل رہے گی اس وقت تک کسی صحت مند تبدیلی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

اس انتشار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس ملک کے بعض مفاد پرست طبقوں نے اسلام جیسے مقدس اور ارفع و اعلیٰ نظامِ حیات کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دیا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک اسلام اللہ کا قابلِ اتباع دین نہیں بلکہ عوام کو بیوقوف بنانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ ان مفاد پرستوں کے اسلام کے ساتھ اس شرمناک مذاق کی وجہ سے لوگ آہستہ آہستہ اس دین ہی سے بدظن ہوتے چلے جا رہے ہیں اور نئی نسلوں میں سے ایک اچھا خاصا طبقہ اس

غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہے کہ اسلام محض عوام کے جذبات سے کھیلنے کی چیز ہے ۔ جب کسی مقدس نظام کے بارے میں لوگوں کے یہ جذبات ہو جائیں تو فطری طور پر اس کی اثر آفرینی میں کمی آجاتی ہے ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اسلام جس کے لیے مسلمان سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے اب وہ اس کے لیے چند مادّی مفادات کی قربانی دینے پر بھی آمادہ نہیں ہوتے ۔ وہ اسے فریب دہی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں ۔ یہ اس مفاد پرست طبقے کا اس ملک پر عظیم ظلم ہے کہ اس نے اپنی مذموم کارروائیوں کی وجہ سے اسلام جیسے بلند نصب العین سے لوگوں کو برگشتہ کر دیا ہے اسلام ہی اس ملک میں وہ واحد مقناطیسی کشش ہے جس کی مدد سے اس ملک کے مختلف طبقوں اور گروہوں کو ایک دوسرے سے متحد کیا جا سکتا ہے اور جب اس کشش کا اثر ہی زائل ہو گیا تو پھر اس سے بوقت ضرورت کسی معجزے کی توقع رکھنا محض خود فریبی ہے ۔

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کے مختلف حصوں کے مابین سوائے اسلام کے رشتے کے اور کوئی دوسرا ایسا رشتہ موجود نہیں جو انہیں ایک دوسرے سے جوڑ سکے ، اس کے تمام خطوں میں رہنے والوں کے درمیان کوئی چیز قدرِ مشترک کی حیثیت نہیں رکھتی ان کی زبانیں ایک دوسرے سے الگ ، ان کے اطوار ایک دوسرے سے جدا ، ان کے رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۔ پھر یہ وسیع اختلاف صرف کسی ایک صوبے تک محدود نہیں ، بلکہ پاکستان جن علاقوں پر محیط ہے وہاں کے رہنے والوں میں بھی ماسوائے اسلام کی مقناطیسی قوت کے کوئی دوسری ایسی قوت موجود نہیں جو ان مائل بہ انتشار اجزا کو ایک دوسرے سے وابستہ رکھ سکے ۔ ان حالات میں اگر کوئی گروہ اسلام کے مقابلے میں علاقائی مفادات اور علاقائی تعصبات ابھارنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ پاکستان کو مسمار کر دیتا ہے کیونکہ اسلام کے بغیر پاکستان کو کوئی دوسری قوت متحد نہیں رکھ سکتی ۔

دنیا کی ساری اسلام دشمن طاقتیں پاکستان کی اس مخصوص صورتِ حال سے واقف ہیں ، اس لیے وہ اس کا مشرقی بازو کاٹنے میں کامیاب ہو گئے اور اب اس کے مزید ٹکڑے کرنے کے لیے سرگرم عمل ہیں ۔ پھر انہیں اس بات کا بھی واضح شعور ہے کہ یہ ملک صرف اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا اور یہ اسلام کے دیئے ہوئے تصورِ قومیت کا عملی اظہار ہے اس لیے وہ شروع ہی سے اس کی مخالفت پر کمربستہ ہیں اور اسے برباد کرنے پر ادھار کھائے بیٹھی ہیں ۔ اسے وہ خلافتِ عثمانیہ کی طرح اسلام کا آخری حصار تصور کرتی ہیں اور اس بات کا پختہ یقین رکھتی ہیں کہ اگر وہ اسے مسمار کرنے میں کامیاب ہو گئیں تو ملتِ اسلامیہ کا شیرازہ بالکل منتشر ہو کر رہ جائے گا ۔ ان ناپاک مقاصد کی خاطر یہ طاقتیں شروع ہی سے اسلام کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف چلی آرہی ہیں ۔ کہیں تو اسلام کے نام پر مغربی افکار و نظریات کو پروان چڑھانے کے لیے جدوجہد کی جا رہی ہے ۔ کہیں معاشی عدل و انصاف کے پردے میں الحاد کا پرچار کیا جا رہا ہے اور کہیں مادی مفادات کے نام پر علاقائی تعصبات کو ابھار

کہ پاکستان کے اندر چھوٹی چھوٹی قومیتوں کو جنم دیا جا رہا ہے۔ ان سب کا مقصد ایک ہی ہے کہ کسی طرح یہاں کے عوام اسلام سے برگشتہ ہو کر، جو ان کی قوت کا اصل سرچشمہ ہے، خود اپنی بربادی کا سامان فراہم کریں۔ مختلف علاقوں میں رہنے والوں کے درمیان ایک دوسرے سے عداوت اور نفرت کے رجحانات اچانک تو پیدا نہیں ہو گئے بلکہ یہ سب کچھ ایک لگے بندھے منصوبے کے تحت گذشتہ ۴۶ برس سے مسلسل کیا جا رہا ہے اور آج حالت یہاں تک پہنچی ہے کہ وہ قوم جس نے کبھی رنگ، وطن، نسل اور زبان کے بتوں کو پاش پاش کر کے صرف خداپرستی کی بنیاد پر اپنی قومیت کا قصر تعمیر کیا تھا۔ آج ان چھوٹے بتوں کی پرستش پر آمادہ نظر آتی ہے، وہ قوم جو کبھی دنیا کے سارے مسلمانوں کو ایک ہی رشتہ اخوت میں منسلک سمجھ کر ان سب کے بارے میں بھائی چارے کے جذبات رکھتی تھی آج چھوٹے چھوٹے مفادات کی بنیاد پر مختلف قومیتوں میں بٹنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ اسے مادی مفادات کی محبت نے زندگی کی اعلیٰ اور ارفع قدروں سے یکسر غافل کر دیا ہے اور ایک کلمہ گو مسلمان دوسرے کلمہ گو مسلمان کا محض اس وجہ سے گلا کاٹنے میں مصروف ہے کہ ان دونوں کا تعلق ملک کے مختلف خطوں سے ہے۔ اس اندوہناک صورتِ حال پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے۔

ملک کو متحد رکھنے کے لیے اس وقت جو کوشش بھی کی جائے وہ قابل ستائش ہے کیونکہ اسلام دشمن طاقتیں تو منہ کھولے اس انتظار میں بیٹھی ہیں کہ کب یہ ملک پارہ پارہ ہو کر ان کے لیے تر نوالہ بن جائے تاکہ وہ اسے آسانی سے نگل سکیں۔ مشرقی پاکستان کے بعد دوسری منزل پر اب کراچی کو پاکستان سے الگ کرنا چاہتی ہیں کیونکہ اس منزل پر اگر وہ کامیاب ہو جائیں تو اس ملک کے مزید حصے بخرے کرنے میں انہیں کوئی خاص دقت نہ ہو گی کیونکہ جن مادی مفادات اور جن رنجشوں اور دل کی جن کدورتوں کی بنا پر وہ کراچی اور دوسرے خطوں کے مابین افتراق پیدا کریں گی ان کی بنیاد پر ہی وہ پھر تمام ملک میں انتشار کے بیج بونے میں کامیاب ہوں گی۔ خدا سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے ان منصوبوں کو ناکام بنائے اور اس ملک کی قیادت کو اخلاص اور عقل و تدبر عطا فرمائے اور عوام کو ان مصائب سے بچائے جن کا اس خلفشار کے نتیجے میں پیدا ہونا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہم اس ملک کے ہر درد مند شہری سے اس بات کی اپیل کرتے ہیں کہ وہ خدارا اس عظیم نصیحت کی صحیح قدر کو پہچاننے کی کوشش کرے جس کی وجہ سے ان کے اندر کسی پائیدار اتحاد کی بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے۔ اسلام کے بغیر پاکستان کا تصور خوابِ پریشان سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

عبدالقیوم حقانی